انجمن ترقی اردو ہند

کا

ہفتہ وار اخبار

قیمت سالانہ
تین روپیہ
ایک پرچہ
تین آنہ
تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

رجسٹرڈ نمبر
اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹
تار کا پتہ
"انجمن"
علی گڈھ

ہماری زبان

ایڈیٹر:- آل احمد سرور

جلد ۱۶	علیگڈھ - ۸ مارچ ۱۹۵۷ ع	شمارہ ۱۰

رفتار

خلیل الرحمٰن اعظمی

علوم و فنون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کی رسم بہت قدیم ہے اور اس سے جو مفید نتائج برآمد ہوئے ہیں اس سے اہل نظر واقف ہیں لیکن کسی زبان کی شاعری کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی کٹھن مرحلہ ہے۔ یہاں صرف زبان سے واقفیت یا اس کا مفہوم سمجھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ ترجمہ کرنے والے میں تخلیقی جوہر بھی ہونا چاہئے یہی نہیں بلکہ مترجم اور مصنف دونوں کا مزاج اور افتادِ طبع اگر ایک دوسرے سے مماثل نہیں ہیں تو ترجمہ اصل روح تک رسائی نہ حاصل کر سکے گا۔ شاعری کے ترجمے میں مصنف کے خیالات تو منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ مخصوص فضا جو اس نوع کی شاعری کا محرک ہوئی اکثر و بیشتر ہمارے مترجموں کی دسترس میں نہیں آتی۔ اردو کے پرانے غزل گویوں نے فارسی غزل کے اساتذہ کے اشعار کا مفہوم بغیر کسی حوالے کے ضرور لے لیا ہے جس پر ہمارے یہاں سرقہ و توارد کے عنوان سے اکثر بحثیں بھی چلی ہیں لیکن کسی عظیم ادبی کارنامے یا کسی مستند شاعر کی تخلیقات کو شعری پیکر میں منتقل کرنے کی ہمت کم ہوئی ہے اور اگر ہوئی ہے تو میرے نزدیک اس کی کامیابی مشتبہ ہے۔ خیام کی رباعیات کا ترجمہ آغا شاعر قزلباش نے کیا تھا جن لوگوں نے یہ ترجمہ دیکھا ہے۔ انھیں اندازہ ہوگا کہ آغا شاعر نے خیام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ خیام کی سرمستی، اس کی ذہنی سطح اور اس کا ایران اردو رباعیات سے غائب ہو گئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے اس غریب کو میکدے کی چہکتی بولتی فضا سے نکال کر کسی مقام کے کیتی کی جگہ پر بٹھا دیا گیا ہے۔ ایک اور کوشش خیام کے ترجمے کی میراجی نے کی تھی اور رسالہ "خیال" میں کچھ رباعیوں کے ترجمے "خیمے کے آس پاس" کا عنوان دے کر شائع کیا تھا لیکن میراجی نے خیام کو ایسا ہندوستانی لباس پہنایا ہے کہ خیام خیام نہیں رہتے کبیر داس کا روپ دھار لیتے ہیں اور کوئی سادھو سنت معلوم ہونے لگتے ہیں۔ البتہ میراجی نے بعض شعراء کا ترجمہ کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے غالباً اس کی وجہ مزاج کی مماثلت ہے۔ بودلیر، ملارمے اور ڈی، ایچ لارنس کے علاوہ چنڈی داس، ودیاپتی، اور تکارام کی نظموں اور گیتوں کا ترجمہ انھوں نے بہت اچھا کیا ہے۔ مولانا روم کی مثنوی کا ترجمہ سیماب اکبرآبادی مرحوم نے کیا تھا۔ اتنی ضخیم کتاب کا ترجمہ کرنے میں مرحوم نے جتنی محنت کی ہوگی وہ قابل ستائش ہے۔ لیکن یہ ترجمہ بھی شعریت سے کوسوں دور ہے۔ اس ترجمے کو پڑھنے کے بعد کسی کیفیت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لئے درسی ضروریات کے لئے کارآمد ہو تو ہو اسے ہم ادبی حیثیت نہیں دے سکتے۔ حافظ کے کچھ اشعار کا ترجمہ "وجدانِ حافظ" کے نام سے منور لکھنوی نے کیا ہے اور اسے بعض لوگوں نے سراہا بھی ہے لیکن منور صاحب نے اس حافظ تک تو رسائی حاصل کرلی ہے جو "صوفی اور معلم اخلاق" ہے لیکن اس حافظ تک وہ نہیں پہنچ سکے ہیں جو "شاعر" ہے۔ اور اگر ایسا ہے تو پھر وہی ترجمہ کیا برا ہے جو طالب علموں کی آسانی کے لئے ایک زمانے میں "لسان الغیب" کے نام سے حافظ ولی اللہ نے کیا تھا۔ منور صاحب نے "بھگوت گیتا" "کمار سمبھو" اور "دھمپد" وغیرہ کے بھی منظوم ترجمے کئے ہیں لیکن ان ترجموں کو بھی اپنی

نظموں میں ایک اضافہ قرار دینے کے باوجود یہی کہنا پڑے گا کہ یہ محض "کلامِ منظوم" ہیں۔ اور ان ترجموں سے زیادہ ادبی اور فنی خصوصیات کے حامل تو وہ ترجمے ہیں جو نثر میں کیے گئے ہیں ان کی سب سے اچھی مثال اختر حسین رائے پوری کا "شکنتلا" کا ترجمہ اور نذرالاسلام کی نظموں کا مجموعہ ہے جسے "پیامِ شباب" کے نام سے اردو میں منتقل کیا گیا ہے یا پھر ڈاکٹر عابد حسین کا ترجمہ فاؤسٹ (گوئٹے) اور عزیز احمد کا ترجمہ طربیہ خداوندی (دانتے) ہے۔ انگریزی کی بعض نظموں کے جو ترجمے ہماری زبان میں ہوئے ہیں ان میں نظم طباطبائی کا ترجمہ گورِ غریباں (گرے کی ایلجی کا ترجمہ) بلاشبہ ایک زندہ رہنے والی چیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت طباطبائی اسی مخصوص فضا میں پہنچ گئے ہیں۔ جس نے گرے سے یہ غیر فانی نظم لکھوائی۔ ابھی علی گڑھ سے عتیق زبیری نے اس نظم کا دوبارہ ترجمہ کیا ہے اور انگریزی نظم کے ساتھ دونوں ترجموں کو بالمقابل چھاپا ہے اور پبلشر کی طرف سے انگریزی میں ایک نوٹ دیا گیا ہے کہ زبیری صاحب نے ترجمے میں زیادہ انصاف کیا ہے۔ جن لوگوں کو اتفاق سے یہ ترجمہ ہاتھ آئے گا وہ خود انصاف کریں گے لیکن میری رائے یہ ہے کہ زبیری صاحب نے اس نوحے کی ساری شعریت برباد کردی ہے اور محض مکھی پر مکھی ماری ہے۔ ترجمے میں لفظی صحت اتنی ضروری نہیں جتنا تخلیقی جوہر اور جمالیاتی رچاؤ کا ہے۔ زبیری صاحب نے تو اس کے لئے اردو میں بحر بھی ایسی انتخاب کی ہے کہ اس کی تاثیر زائل ہو جاتی ہے اور ایسے ایسے نامانوس اور غیر شاعرانہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ گرے خود دیکھتا تو سر پیٹ لیتا۔ ٹیگور کی "گیتانجلی" کا ترجمہ سب سے پہلے اردو میں نیاز فتح پوری نے "عرضِ نغمہ" کے نام سے کیا۔ اس ترجمے کی زبان ٹیگور کے مزاج سے اتنی دور ہے کہ ایک نئی چیز وجود میں آگئی اور اسی ترجمے سے متاثر ہو کر ہمارے اردو کے ادیبوں نے ایک زمانے میں "ادبِ لطیف" کے نام سے ایسی نثر کی شاعری شروع کردی جسے دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ ٹیگور کی نظموں کا نثر میں سب سے عمدہ ترجمہ شانتی نکیتن کے پروفیسر ضیاء الدین مرحوم نے کیا تھا جو "کلامِ ٹیگور" کے نام سے ۱۹۲۷ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ ضیاء الدین نے ٹیگور کی اصل روح اور ان کے مخصوص ہندستانی مزاج تک رسائی حاصل کرلی تھی۔ حضرت اثر لکھنوی نے بھی مختلف زبانوں کی شاعری کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح کی نظموں کا مجموعہ "رنگ بست" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اثر صاحب اکثر و بیشتر ترجمے میں کامیاب رہے ہیں۔ البتہ نذر الاسلام کی نظموں کے ترجمے میں وہ آتشیں انداز نہیں پیدا ہوسکا ہے جو اصل نظموں میں تھا۔ ترجمہ کرتے وقت شاعر اگر انہیں مخصوص

یا انھیں تخلیقات کا انتخاب کرے جو اس کے اپنے مزاج سے ہم آہنگ ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔ اس لحاظ سے سب سے زیادہ کامیابی سید ہادی حسین کو ہوئی ہے۔ انھوں نے یوں تو بہت سے کامیاب ترجمے کئے ہیں لیکن رلکے کے نوحوں کا ایسا ترجمہ کیا ہے کہ بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ یہ ترجمے "نیا دور" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ دوسری کامیاب کوشش رفیق خاور کی ہے جنھوں نے ہیر وارث شاہ کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ خاور نے اردو میں وہی بحر بھی استعمال کی ہے اور اس عظیم فن پارے کی فضا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ غالب کی فارسی مثنویات و منظومات کو بھی بہت خوبی سے اردو نظم میں منتقل کر رہے ہیں اس سلسلے میں "مثنوی نامہ" اور "شکوہ غالب" "تخلیق" اور "مہر نیم روز" میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ترجمے جن لوگوں کی نگاہ سے گزرے ہوں گے۔ انھیں اندازہ ہوگا کہ خاور نے ترجمے کے لئے بھی وہی مخصوص ڈکشن استعمال کیا ہے جو غالب یا اقبال کی سطح کے شاعر کا ہوتا ہے۔ اس بات پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ چند سال پہلے علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک استاد نے ورڈس ورتھ کی نظم (ode to immortality) کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا اور کافی لوگوں سے داد وصول کرنے کے بعد پروفیسر رشید احمد صدیقی کے پاس پہنچے اور ان سے رائے طلب کی۔ پہلے تو رشید صاحب نے ٹالنا چاہا لیکن جب اصرار بڑھا تو انھوں نے فرمایا کہ "بھئی ورڈس ورتھ جیسے شاعر کا ترجمہ کم از کم اقبال کی زبان میں ہو یہ اسمٰعیل میرٹھی کی پن چکی والی زبان میں کچھ بات نہیں بنی" دراصل یہ تنقید ہمارے عام مترجموں پر چسپاں ہوتی ہے وہ ترجمہ تو کریں گے کالیداس یا دنیا کے عظیم شاعروں کا لیکن ان کا لہجہ ایسا کمزور ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو گمان ہو کہ ایک بلند پایہ فنی کارنامے کو آسان کرکے بچوں کے سمجھنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ خیر رفیق خاور کے ایک ترجمے کا ذکر ابھی اور باقی ہے اور وہ ہے ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی شہرہ آفاق نظم "ویسٹ لینڈ" کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ کراچی کے رسالہ "ادب" میں شائع ہوا تھا۔ ایلیٹ کی یہ نظم پڑھنے والوں سے بذاتِ خود ایک ذہنی سطح کا مطالبہ کرتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ ترجمہ کرنے والے نے اس سطح کو چھو لیا ہے۔

کچھ دنوں سے ہماری زبان میں چینی نظموں کے ترجمے بھی ہو رہے ہیں اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ

(باقی ص ۱۲ پر)

ہماری زبان

۸۔ مارچ ۱۹۵۷ء

لعنت کو نعمت بنائیے

یہ دور سینما، ریڈیو اور جاسوسی ناولوں کا دور ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سے تمام تر انسانیت اور تہذیب کی اعلیٰ قدروں کی اشاعت نہیں ہوتی ملک میں بدمذاقی بڑھتی جاتی ہے۔ سستا، تفریحی اور سنسنی خیز میلان پروان چڑھتا ہے۔ آج اچھے اچھے گھروں میں فلمی گانوں، جاسوسی دنیا اور فلم کے ستاروں کا تذکرہ عام ہے کیا اس کو ہم اکبر کی طرح مغرب کی دی ہوئی ایک لعنت سمجھ لیں۔ یا ان کی خوبیوں پر بھی نظر رکھیں اور ان سے بہتر کام لیں ابھی ٹیلی وژن ہندستان میں عام نہیں ہوا ہے ورنہ ہوسکتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی طرح یہاں بھی مجلسی زندگی برباد ہوجائے۔ گھر والے سٹ سے چپکے رہیں اور آنے والے یا تو اسی طوفان بے تمیزی کا شکار ہوجائیں یا ماحول بدل کر اپنے گھر کی راہ لیں۔

سینما یکسر لعنت نہیں ہے یہ فن کے اظہار کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے ذریعے سے دیکھنے والوں کے ذہن کی قیادت کی جاسکتی ہے۔ ان کے اخلاق، کردار، مزاج کی تربیت ہوسکتی ہے یہ پردے پر دنیا کا عکس پیش کرسکتا ہے۔ اور گھر بیٹھے دنیا کی علمی دولت آپ کے قدموں میں ڈال سکتا ہے۔ یہ تفنن کے پیرائے میں بصیرت کا باعث ہوسکتا ہے۔ ابھی یہ تجارتی اغراض اور کاروباری ذہنیت کا شکار ہے لیکن کچھ پڑھے لکھے سنجیدہ اور دوربیں حضرات اس سے اچھا کام لے رہے ہیں اور اسے سستی تفریح کے چکر سے نکال رہے ہیں۔ یہ ذہنی دنیا میں نتیجہ خیز نقوش دے سکتا ہے۔ اس کے ذریعے سے ہمارے ملک میں اردو زبان کی مقبولیت بڑھی ہے۔ فلمی مکالموں، گانوں، غزلوں اور قصوں کے ذریعے سے ایک پوری تہذیب کی نقاشی کی گئی ہے۔ یہ ناقص ہے مگر اس کی تعمیر میں خرابی کی صورت مضمر نہیں ہے۔ ملک صنعتی زندگی میں قدم رکھ رہا ہے۔ سخت جسمانی اور ذہنی کام کرنے والوں کو تفریح کی ضرورت ہے اپنی روزمرہ زندگی کی تلخیوں کو کچھ رومان اور راگ رنگ میں بھلانے کی ضرورت ہے۔ اس رومان اور راگ رنگ میں بھی اچھی قدروں کی اشاعت ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے حکومت کا احتساب کافی نہیں، ایک بیدار اور فعّال رائے عامہ کی ضرورت ہے اور یہ پڑھے لکھے لوگ مہیا کرسکتے ہیں۔

ریڈیو حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ کچھ لوگ حکومت کی کوتاہیوں سے گھبرا کر اسے تجارتی کمپنیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ملک میں تعلیم اور عام ہوتی، ذہن اور بیدار ہوتا، سنجیدہ طبقہ اور بااثر ہوتا تو آزاد تجارتی کمپنیوں کے ذریعے سے تہذیب اور ادب کی اشاعت ہوسکتی تھی۔ ہندستان ابھی اس منزل پر نہیں پہنچا۔ ہماری جمہوریت کے بنیادی مقاصد ابھی تک دلوں میں جاگزیں نہیں ہوئے۔ سرمایہ دار طبقہ ابھی تک اپنے محدود مقاصد کو حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ تہذیب اور ادب کا وہ نام لیتا ہے مگر پرستش روپے کی کرتا ہے اس لئے ابھی حکومت ہی کو ریڈیو کا کاروبار سنبھالنا چاہئے۔ ہاں حکومت کا جو دفتری نظام ہے وہ بڑا سست رو اور تنگ نظر ہے اس نے ہندستان کی تمام قومی زبانوں اور اس کی مشترک تہذیب کی برائے نام خدمت کی ہے۔ اسے اس معاملے میں اور فراخ دل ہونا چاہئے۔ جہاں تک اردو کا معاملہ ہے کہنے کو اردو کے پروگرام بھی ہوتے ہیں، اردو میں تجربے بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ ریڈیو سیلون کیوں مقبول ہے اور اب بھی لوگ پاکستان ریڈیو کیوں سنتے ہیں جس طرح ہمیں فلموں کو اور بہتر بنانے کے لئے رائے عامہ کو تیار کرنا ہے۔ اسی طرح ریڈیو والوں کو بھی ان کا فرض یاد دلانا ہے۔ ریڈیو ناصح خشک نہیں ہوسکتا ہے۔ یہاں معلومات کو دلچسپ، نصیحت کو گوارا اور تفریح کو معنی خیز بنانا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ادیبوں اور شاعروں کو ملازم رکھ لینا کافی نہیں، ادیبوں اور شاعروں سے اور قریبی رشتہ رکھنا، ان کی صلاحیتوں سے اور فائدہ اٹھانا، ریڈیو کو سرکاری کم اور تہذیبی ادارہ زیادہ بنانا ہے حکومت کو اس کا احساس بھی پڑھے لکھے لوگ دلا سکتے ہیں۔

رہا جاسوسی ناولوں کا معاملہ تو یہاں بھی معیاروں کا فقدان ساری خرابیوں کا ذمے دار ہے۔ ہر دور میں اور ہر ملک میں ایک تفریحی ادب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری داستانیں آخر کیا تھیں۔ جاسوسی ناول دراصل اسی داستان کی ایک نئی شکل ہیں۔ عام طور پر یہ بدمذاقی پھیلاتے ہیں مگر انگلستان اور امریکہ میں اسی صنف سے اچھے اچھے لوگوں نے بھی کام لیا ہے اور کبھی نفسیات کے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے کبھی انسانی ذہن کے کرشمے دکھائے ہیں۔ کبھی انسانی فطرت پر اچھی

حد کے اندر تبصرے کئے ہیں۔ جاسوسی ناولوں کے خلاف آواز اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ انہیں ادب نہ سمجھنا چاہئے۔ ادیب اگر اپنے قطب مینار سے کبھی کبھار نیچے اتریں اور عام فہم انداز میں گرد و پیش کے مسائل پر تبصرہ کریں۔ سائنس کے رومان کو بے نقاب کریں۔ زندگی کے ہر رنگ میں جو حسن ہے اسے پیش کریں تو معمولی پڑھے لکھے لوگوں کی جو توجہ صرف جاسوسی ناولوں پر مرکوز ہے وہ دوسری اور بہتر چیزوں کی طرف بھی مائل ہو سکتی ہے۔ اچھی ادب کے لئے کبھی کبھار ہر قسم کا ادب پیش کرنا ہوتا ہے۔ اردو میں لکھنے والوں کو چند خواص کے سکوت سخن شناس پر قانع نہیں ہونا چاہئے۔ انہیں عوام کی تشنگی کو دور کرکے اور ان کے لئے مناسب ذہنی غذا مہیا کرکے تہذیبی اور ادبی زندگی کے دائرے کو وسیع کرنا چاہئے، تاکہ ملک کی تعمیر میں چند اہل غرض اشخاص کا ہاتھ نہ ہو۔ بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے جذبات و خیالات کا آئینہ اور ان کے خوابوں کی تعبیر بن جائے۔ پڑھے لکھے لوگ اب بھی بہت تشنہ جبیں ہیں۔ نیا ہندستان ابھی اپنا راستہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ راستہ دکھانے کے لئے کچھ دور ساتھ چلنا پڑتا ہے اور ہر اچھی بری چیز میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ طوفان کے ساتھ ہو کر ہی طوفان کو مرضی کے مطابق موڑا جا سکتا ہے۔

اردو لغت

ملیح آبادی

انجمن ترقی اردو (ہند) اردو لغت تیار کرنا چاہتی ہے وقت کا بہت ضروری کام ہے۔ اب تک اردو میں کوئی جامع لغت موجود نہیں۔ فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات بھی نہیں۔

اردو لغت کے سلسلے میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ انجمن پرانے لغات اور دواوین وغیرہ کو کافی نہ سمجھے، بلکہ اپنے آدمی دہلی آگرہ لکھنؤ بھیجے۔ یہ لوگ ان شہروں کے قدیم خاندانوں سے ملیں جلیں اور ان کی، خصوصاً عورتوں کی بول چال سنیں۔ ضرور اس طرح بے شمار نئے لفظ اور نئے محاورے مل جائیں گے۔

اسی قدر نہیں بلکہ انجمن کو اردو بولنے والے تمام علاقوں کی بول چال کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔ ان علاقوں میں سیکڑوں ہزاروں ایسے لفظ رائج ملیں گے جو دہلی لکھنؤ آگرے میں نہیں بولے جاتے، مگر نہایت کار آمد لفظ ہیں۔ نئے معنی پیش کرتے ہیں۔

لغت کا معاملہ یہ ہے کہ ایک اکیلا آدمی اس کام کو نہیں کر سکتا۔ بہت سے آدمی ہی مل کر اسے نپٹا سکتے ہیں۔ پھر ضروری ہے کہ زبان دانوں کی ایک کمیٹی ہو، اور وہ کام کی پوری نگرانی کرے۔

اردو لغت میں یہ دستور چل رہا ہے کہ سند میں اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ دستور غلط ہے۔ اس سے کتاب کا حجم بہت بڑھ جاتا ہے اور مطالعہ کرنے والے کو ذرا فائدہ نہیں ہوتا۔ مستند زبان دانوں کی نگرانی میں جو کتاب مرتب ہوگی اسے مستند ہی مانا جائے گا۔ اشعار کو سند میں پیش کرنے کی بدعت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (سوغات)

جناب منظور الحسن صاحب برکاتی (ٹونک) تحریر فرماتے ہیں۔

اردو کے جامع لغت کے سلسلے میں جناب منظور عالم صاحب ایڈوکیٹ سے بھی تذکرہ آیا، منظور عالم صاحب بہت ہی باذوق خوش فکر اور روشن خیال انسان ہیں۔ آپ نے اس کو وقت کی ایک اہم اور شدید ضرورت قرار دیا، اور فرمایا کہ انجمن ترقی اردو کے ارکان نے اس علمی اور لسانی ضروریات کو بر وقت محسوس کرکے اہل علم کے دلوں کی صحیح ترجمانی کی ہے اور وقت کی ایک مانگ کو پورا کرنے کا مبارک قدم اٹھایا ہے۔

جامع لغت کی اسکیم اور اس کی تفصیلات کا علمی ادبی* حلقوں میں بے چینی سے انتظار ہو رہا ہے۔ اسکیم شائع ہو جائے تو ٹونک میں اس کے خریدار بنانے کی مہم جاری کی جائے میں نے اب تک اس سلسلے میں جن ادب دوست حضرات سے تبادلہ خیال کیا ہے، ان میں منظور عالم صاحب کے علاوہ جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب ایڈوکیٹ میونسپل کمشنر و صدر انجمن ترقی اردو، جناب مولانا حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی مدظلہ العالی، جناب مولانا سید عبدالقادر صاحب خنداں شیریں سخن ہزہائی نس اور جناب مولانا سید قاضی الاسلام صاحب قاضی شہر کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل تذکرہ ہیں۔

یہ سب حضرات اردو کی "جامع لغت" کی تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اس سلسلے میں اپنا تعاون آپ کے ادارہ کو پیش کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ انجمن ترقی اردو، اور اخبار "ہماری زبان" کی ادبی اور لسانی مساعی آپ کی سرپرستی میں روز افزوں ترقی کرے۔

مہربانی فرماکر خط کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور لکھئے (منیجر)

انجمن کی خبریں

یوم غالب

انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام پچھلے ہفتے مزار غالب پر یوم غالب کی تقریب منائی گئی۔ تقریب کی صدارت خواجہ غلام السیدین نے کی۔

صاحب صدر نے خطبۂ صدارت میں غالب اور اس کی شاعری کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا کہ غالب دنیا کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ آپ نے مولانا حالی کا مصرعہ دہراتے ہوئے کہا کہ غالب "معنی لفظ آدمیت تھا"۔ غالب نے اپنی نظم و نثر میں ان تمام تعریفوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو انسان کو انسان سے جدا کرتی ہیں۔

پنڈت سندر لال نے اپنی تقریر میں غالب کی شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کیا اور کہا کہ غالب ہمارا بڑا قومی شاعر ہے اور آج کا دن ہندستان کی تہذیب کے ایک سچے نمائندے کی تہذیب کا دن ہے۔ محترمہ صالحہ عابد حسین نے غالب کی شاعری پر ایک مزاحیہ مقالہ پڑھا۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے مزاحیہ تقریر کی جس میں جابجا انھوں نے غالب کے لطیفے سنائے شمیم کرہانی نے غالب پر اپنی نظم پیش کی۔

مالی جالسی، تلوک چند محروم، شاہ نظامی، گوپی ناتھ امن جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی، اور روش صدیقی نے غالب کی طرح میں اپنا کلام سنایا۔

دوسری نشست قوالی کے پروگرام پر مشتمل تھی جس میں قوالوں نے غالب کی غزلیں قوالی میں پیش کیں۔

سنگھ بھوم (جمشید پور)

انجمن ترقی اردو سنگھ بھوم (جمشید پور) ۲۳۔ مارچ ۱۹۵۷ء کو بڑے اہتمام سے یوم بھگت سنگھ منا رہی ہے اس انجمن کے صدر حبیب آروی، نائب صدر سردار گربچن سنگھ اور بی۔ زیڈ بائل صاحب جنرل سکریٹری نے اس تقریب منانے کی وجہ اپنے بیان میں یہ بتائی ہے کہ اردو نے ہندستانی کلچر کی ترویج اور انگریزی سامراج کے استیصال کے سلسلے میں جو قابل قدر خدمت انجام دی ہیں اس کا ہر ایماندار ہندستانی معترف ہے لہذا دیش کے سچے سپوت ہونے کی حیثیت سے دیش کی اس بے بہا دولت اور ہندؤں اور مسلمانوں اور سکھوں کی دوستی اور محبت کی اس دائمی ※

※ یادگار اور اس مشترکہ تہذیبی ورثہ کو نہ صرف محفوظ رکھنا بلکہ ان روایات کے علم برداروں کو خراج عقیدت پیش کرنا ہمارا مقدس فرض ہے۔

اس رشتے سے جواں سال شہید سردار بھگت سنگھ کو انجمن ترقی اردو اپنا جانباز قومی ہیرو تسلیم کرتی ہے اور ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۲۳۔ مارچ کو یوم بھگت سنگھ کا انعقاد کر رہی ہے۔

مراسلات

نئے شمارے میں ادبی حلقہ کی تجویز دیکھ کر بہت خوشی ہوئی آپ کی نظامت کے بعد انجمن نے جو اہم اقدامات کئے ہیں ان میں سے یہ بھی اپنی جگہ اہم اور ضروری ہے اس کے لئے مبارکباد عرض ہے

اس سلسلے میں اس نواح سے جو کچھ بھی خدمت کی جاسکتی ہے اس سے ہم دریغ نہ کریں گے خدا آپ کی کوششوں کو سرسبز کرے۔

(حافظ عبدالقیوم غوری (ناگور)

فارم ۱۷

(دیکھو رول ۸)

اخبار ہماری زبان علی گڑھ

(۱) مقام اشاعت .... سلطان جہاں منزل علی گڑھ

(۲) نوعیت اشاعت .... ہفتہ وار

(۳) نام پرنٹر .... اطہر پرویز

قومیت .... ہندستانی

پتہ .... کانفرنس کمپاؤنڈ شمشاد مارکیٹ علی گڑھ

(۴) نام پبلشر ....
قومیت .... } ایضاً
پتہ ....

(۵) نام ایڈیٹر .... آل احمد سرور

قومیت .... ہندستانی

پتہ .... بدر باغ، علی گڑھ

(۶) نام و پتہ مالک اخبار .... انجمن ترقی اردو (ہند) سلطان جہاں منزل علی گڑھ

میں اطہر پرویز تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں

اطہر پرویز

یکم مارچ ۵۷ء

اردو دنیا

میٹھی اور پیاری زبان

مرکزی وزیر اجیت پرشاد جین جب انتخابات کے سلسلے میں سہارن پور پہنچے تو وہاں کے کارکنوں نے بہت آزردہ خاطر ہوکر ان سے پوچھا کہ آخر آپ کی حکومت ہماری اردو زبان کو اس کے جائز اور صحیح مقام سے کب تک محروم رکھے گی؟ تو جین صاحب نے پرجوش لہجے میں فرمایا کہ اردو آپ ہی کی نہیں میری بھی میٹھی اور پیاری زبان ہے۔ مجھے اور تمام زبانوں کے مقابلے میں اس زبان میں کام کرنے میں آسانی محسوس ہوتی ہے میں اکثر اسی زبان میں اپنا کام کرتا ہوں۔ پنڈت جواہر لال، مولانا آزاد اور میں اردو کی راہ کی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اردو زبان عنقریب اپنا جائز اور صحیح مقام حاصل کرے گی۔ اس آخری بات کو جین صاحب نے کئی بار دہرایا۔

بلدیہ حیدرآباد میں اردو

صدر ببلیٹی اسپیشل کمیٹی مجلس بلدیہ حیدرآباد نے ایک صحافتی بیان میں کہا ہے کہ "اس خبر میں کوئی سچائی نہیں کہ حیدرآباد کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے دفتروں میں جو کام اب تک اردو میں انجام پاتے تھے اسے ختم کرکے تلگو زبان کو دفتری زبان بنایا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ الیکشن کے زمانے میں یہ خبر جان بوجھ کر شرانگیزی کے لئے گھڑی گئی ہے۔ اب تک نہ کسی رکن نے اردو کو بلدیہ کے دفتروں سے ختم کرنے کا سوال اٹھایا ہے اور نہ اس کی جگہ تلگو رائج کرنے کا کسی کمیٹی میں ذکر آیا۔
حقیقت صرف یہ ہے کہ بعض ایسے ارکان کے لئے جو اردو نہیں جانتے تلگو میں بھی ایجنڈا شائع کیا گیا ہے۔"
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اردو کا شوق

چیف منسٹر آندھرا سنجیو ریڈی نے ایک انتخابی جلسے میں انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا "مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے اردو میں خطاب نہیں کر سکا آج کل میں اردو سیکھ رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آئندہ سال میں اردو میں تقریر کر سکوں گا۔"

عام فہم زبان

ہندستان کی مرکزی حکومت کے وزیر فائنانس مسٹر کرشنما چاری نے مدراس کے ہندی ودیا پیٹھ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل جو ہندی رائج کی جا رہی ہے وہ بہت کٹھن اور عام لوگوں کی سمجھ سے دور ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ بعض لوگ ایسی ادق زبان کو ۵ برس میں ہی قومی زبان بنا دینا چاہتے ہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ موجودہ ہندی جو آج کل شمالی ہند میں رائج کی جا رہی ہے قومی زبان نہیں بن سکتی۔ قومی زبان کا بہت سلیس اور عام فہم ہونا ضروری ہے انھوں نے یونیورسٹی والوں کو مشورہ دیا کہ اس مسئلے پر وہ غور کریں اور وہی زبان پورے ملک میں مقبول بنائی جائے جو آسان اور عام فہم ہو۔

انعامی کتابیں

مرکزی وزارت تعلیم نے بچوں کے لئے موزوں کتابوں کی اشاعت کی حوصلہ افزائی کے لئے تیسرے انعامی مقابلے کا اعلان کیا ہے۔ ہندی، اردو اور سندھی کی مطبوعہ کتابیں یا مسودے مصنف اور پبلشر براہ راست اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر (بی - ۶) منسٹری آف ایجوکیشن نئی دہلی کو بھیجیں اور دوسری زبانوں کے مسودے یا کتابیں اپنی اپنی ریاستی سرکاروں کو بھیجیں۔ ۲۵ انعامات پانچ پانچ سو کے اور پانچ انعامات ایک ایک ہزار کے ہوں گے اس سلسلے میں مزید معلومات وزارت تعلیم سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

سرکاری زبان

شری پرکاش صاحب گورنر بمبئی پچھلے مہینے ناگ پور آئے تو راشٹر بھاشا سمیتی اور ہندی ساہتیہ سمیلن نے استقبالیہ دیا۔ گورنر صاحب نے جوابی تقریر میں فرمایا کہ ہندی کو سرکاری زبان کہنا چاہئے نہ کہ قومی۔ دستور کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف ہندی بلکہ جملہ ۱۴ زبانیں جن کا دستور میں ذکر ہے سب کی سب قومی زبانیں ہیں۔
ہندی والوں کو گورنر صاحب نے تنبیہ کیا کہ جنوبی ہند میں شمالی ہند والوں کی طرف سے کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ شمال کی ہر چیز کو اپنے لوگوں میں ہوّا بنا کر پیش کرتے ہیں ان کے اس خیال کی عملی تردید کی ضرورت ہے کہ ہندی ان پر زبردستی نہیں ٹھونسی جائے گی اور شمال والے جنوب والوں پر برتری حاصل کرنا نہیں چاہتے ہیں۔

خط کتابت صرف جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کے پتے پر ہونی چاہئے۔

شفیق میموریل

رسالہ تعلیم و ترقی جامعہ دہلی نے یہ اطلاع شائع کی ہے کہ انڈین آڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی عمارت جو جامعہ کے مشہور استاد اور دلّی کے پہلے وزیر تعلیم شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم کی یادگار میں شفیق میموریل کے نام سے بننے والی تھی۔ اس کے لئے نئی دلّی اور پرانی دلّی کے درمیان ایک موزوں مقام پر زمین خرید لی گئی ہے۔

میموریل کے لئے جتنے سرمایہ کی ضرورت ہے وہ بھی بہت بڑی حد تک ساتھیوں اور حکومت ہند کی دریا دلی کی بدولت اکٹھا ہوگیا ہے۔ شفیق صاحب کے وفات کے دن ۲۰ اپریل کو اس کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔

مشاعرہ نمبر

مقتدر فنکار بمبئی کے مشاعرہ نمبر پر روزنامہ سیاست حیدرآباد دکن تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"فلمی رسالوں بالخصوص بمبئی سے شائع ہونے والے فلمی رسالوں کے دیکھتے ہوئے یہ مشاعرہ نمبر کافی غنیمت ہے۔ بعض مضامین بہت اچھے ہیں۔ خصوصاً آل احمد سرور کا "مشاعروں کی اصلاح" مشاعرے منعقد کرنے کے موجودہ شائقین کے لئے لمحۂ فکریہ پیش کرتا ہے۔"

اردو کے شیدائی

اخباروں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ سلامتی کونسل کے صدر جیرنگ صاحب اردو میں اچھی طرح لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ جب وہ ۵۱-۱۹۴۸ء میں ہندوستان میں سفیر تھے تو انھوں نے یہ زبان سیکھی تھی۔

مسٹر جیرنگ مارچ میں کشمیر کے مسئلے کو سلجھانے کے امکانات کی تلاش میں پاک اور ہند آنے والے ہیں۔

ادبی حلقہ

"ادبی حلقہ" کے سلسلے میں ضروری لٹریچر پریس میں چھپ رہا ہے۔ وسط مارچ تک بہت سے ایسے حضرات کی خدمت میں بھیجا جائے گا جن کے پتے ہمیں معلوم ہیں اور اُن کی علم دوستی سے رکنیت قبول کرنے کی توقع ہے۔

فی الحال ہماری زبان کی ایک اشاعت میں اس کا صرف تذکرہ آگیا تھا اس کے بعد کی اشاعت میں کچھ تفصیل دی گئی تھی۔ لیکن ہمارے پہلے تذکرے پر ہی لوگوں کی طرف سے گرم جوشی کے ساتھ پذیرائی شروع ہوگئی۔ ہر طرف سے استفسار ہو رہے ہیں کچھ لوگوں نے اپنا چندہ بھی بھیج دیا ہے جن میں سید نوراللہ صاحب پرووائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کا نام سرفہرست ہے۔

اس سلسلے میں ترسیل زر اور خط کتابت جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کے پتے پر ہونی چاہیے۔

غزل

ذرۂ خاک میں جب ہو چکی شیطاں کی تلاش ۔۔۔ پھر زمانے کو ہوئی حضرتِ انساں کی تلاش

ایسی جنت سے چلو، ایسے جہنم سے چلو ۔۔۔ جہاں انساں کو نہیں اک نئے پیاں کی تلاش

میری آوارہ خرامی انھیں منظور نہیں ۔۔۔ نکہتِ گل کے لئے کرتے ہیں زنداں کی تلاش!

وہ جو اک سانحہ گزرا تھا، سو گزرا، لیکن ۔۔۔ ہے ہمیں آج تلک اپنے دل و جاں کی تلاش

ڈھونڈنے اہلِ حرم، ہند میں آتے ہیں جسے ۔۔۔ ہے صنم خانے میں اک مردِ مسلماں کی تلاش

جیتے جی ہم نے تجھے ہائے! نہ جانا مسعود
ہاں، ترے بعد ہوئی تجھ سے سخنداں کی تلاش

(ڈاکٹر مسعود حسین خاں)

سنسکرت کے لئے دس کروڑ

مرکزی حکومت کی طرف سے سنسکرت کی ترقی اور تعلیم کے وسائل کی ترقی پر غور کرنے کے لئے جو کمیشن بنایا گیا ہے۔ اس کے سوال نامے کے جواب میں حکومت میسور نے لکھا ہے کہ دوسرے پنج سالہ پلان کی مدت میں سنسکرت کمیشن کی سفارشات کے مطابق ملک میں سنسکرت تعلیم رائج کرنے کے لئے دس کروڑ روپیوں کی ضرورت ہوگی۔

ہماری زبان کا چندہ تین روپے ہے منی آرڈر سے
دو آنے اردو کا پلی سے دس آنے خرچ ہوتا ہے

آثارِ ادبیہ

(۱)

مخمس نصیر دہلوی

قاضی الدین احمد آرزو

ہم عصر تذکرہ نگار، شاہ نصیر کی نغز گوئی کے مداح ہیں یہاں ان سب سے قطع نظر کرکے احمد علی یکتا کے بیان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے، اس کا بیان عام تذکرہ نگاروں کے بیان سے قدرے مختلف ہے۔

"آگاہی فن و علم ہیچ ندارد، و دماغ بر آسمان۔ در سال گذشتہ بہ لکھنؤ آمدہ در مشاعرہ حاضری شد، و شعرخوانی می کرد اشعار قدیم کہ خواندہ، خوب بودند و غزل ہائے طرحی کہ می گفت ہرگز آں پایہ نداشتند، و کسے پسند نہ کرد"

(دستور الفصاحت ص ۸۹، مرتبہ جناب عرشی)

ذیل کا مخمس راجا پیارے لال کی مدح میں کہا گیا ہے لیکن دیوان نصیر، (نسخۂ رامپور) اور تذکرہ بہار الشعرا (نسخۂ دزارت ہند لندن) دونوں اس سے خالی ہیں۔ تین تذکرے کے اس نسخے پر مبنی ہے جو مصنف کے پاس رہ چکا ہے اور اب انجمن ترقی اردو ہند کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

مخمس

در مدح راجا پیارے لال

تمہارے سر پہ سدا لطف کردگار رہے
بشوکت و حشم و عزت و وقار رہے
دو چند مہ سے یہاں اوج و اقتدار رہے
فروغ نیّر اقبال، برقرار رہے
رفیق دولت و بخت سعید یار رہے

تمہیں حدیقۂ دنیا کے ہو چمن آرا
کہے ہے برگ شجر یہ اٹھا کے دستِ دعا
کھلاتی غنچۂ گل کو ہے جس طرح سے صبا
تمہارے ہاتھ سے بھی یاں اسی روش سے صدا
گل و گلشن عالم کا کاروبار رہے

لگے ہے پیر فلک کیا یہ کہکشاں کی چھڑی
کہ موتیوں سے ستاروں کی یک لڑی ہے جڑی
نظر ہو اس کی نہ کیوں کر ادھر ہر ایک گھڑی
سبھوں سے آپ کی یاں قدر و منزلت ہے بڑی
تمہارے ہی در پہ یہ چوبدار رہے

بنایا حق نے تمہیں ہی جہاں میں اہلِ ہمم
تمہاری ذات سے ہے فیضیاب اک عالم
رہو عنایتِ ایزد سے شاد اور خرم
جدھر نگاہ تمہاری ہو اے محیطِ کرم
صدف ادھر کو نئے دُر نثار دار رہے

کسی میں یہ نہیں پاتا ہوں خلق کا میں ظہور
کہ غیر لطف و عنایت نہ یاد ہو کچھ اور
غرض ہر ایک کی منظور آپ کو ہے غور
خدا کرے کہ ہمیشہ رہے تمہارا دور
کرتا جہاں میں خلائق کا روزگار رہے

تمہارے سر کو جھکا، مہر کو چرخ مینا فام
سحر کو پنجۂ خورشید سے کرے ہے سلام
ہر ایک شب کو بھی کہتا یہی ہے ماہِ تمام
کہ جس کو دیکھ کے چھپ جائے انجم ایام
جلو میں آپ کی وہ رخشِ راہوار رہے

کسی کی ہے یہ تمنا کہ دید جاناں ہو
کسو کی ہے یہ طلب دولت فراواں ہو
نصیرؔ صفتِ گل سب پہ خنداں ہو
پیارے لال ہو اور فرخی کا ساماں ہو
کہ جس کے یمنِ قدم سے سدا بہار رہے

معاصرین

انجمن ترقی اردو کے لئے

لکھنو کے نئے اور جو نہار روزنامہ "سیاست جدید" کے اڈیٹوریل سے :

"حامیان اردو کو چاہئے کہ وہ وزیراعظم نہرو کو بار بار اس جانب توجہ دلائیں کہ آخر ان کی ان ہمدردانہ تقریروں کا عملی نتیجہ کب تک برآمد ہوگا اور کب تک ان کے ارشادات سے عملی بغاوت کا یہ سلسلہ ملک کے طول و عرض خصوصاً ان کے صوبہ میں جاری رہے گا۔ کم سے کم وزیراعظم ذیل کے قلیل تلیل مطالبات کو متواتر اپنی بات اور بار بار کی دہرائی ہوئی بات کی طرح لکھیں

(۱) اردو کو کم سے کم علاقائی زبان کا درجہ تو یوپی، بہار دہلی، بھوپال اور آندھرا کے حیدرآبادی حصے میں ملے۔

(۲) ان صوبوں میں عدالتوں اور دوسرے دفاتر میں جو اردو کشی عمل میں آچکی ہے اس کی تلافی جلد سے جلد کی جائے۔

(۳) یوپی کی ہندستانی اکیڈمی میں اردو کی سابق پوزیشن قائم رکھی جائے۔

(۴) جن درسگاہوں خصوصاً ابتدائی درسگاہوں میں اردو کی تعلیم تقسیم ملک سے پہلے جاری تھی وہاں اردو کو بحال کیا جائے۔

(۵) جن ریلوے اسٹیشنوں کی تختیوں سے اردو کے نام مٹا دیئے گئے ہیں انھیں دوبارہ لکھوایا جائے اور جن ریلوے لائنوں کے ٹکٹوں میں پہلے اردو میں نام درج ہوتا تھا ان میں حسب سابق اردو کا اندراج ہو۔

(۶) اسی طرح ڈاک خانہ کے محکمہ سے جو صوبائی نہیں مرکزی ہے رفتہ رفتہ اردو کے اخراج کی جو کارروائی کی جارہی ہے اُسے فی الفور روکا جائے منی آرڈر فارم پہلے کی طرح اردو میں بھی شائع کیا جائے

(۷) یکم اپریل سے جاری ہونے والے نئے اعشاری سکوں خصوصاً نئے پیسوں میں اردو حروف کو بھی جگہ دے جائیں۔

(۸) اور مرکز کی طرف سے جو سب سے بڑی اردو کشی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی لسانی شدھی کی صورت میں کئی سال قبل عمل میں آئی ہے اس کی کچھ تو تلافی کی جائے۔"

بے شک اگر اردو کے لئے کوئی ٹھوس کام کرنا ہے تو محض ایک عمومی حیثیت سے مجمل طور پر اردو اردو کی رٹ لگانے سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا بلکہ قوم اور متعلقہ حکومتوں دونوں کے سامنے یہ مطالبے منظم صورت میں پیش کرنے لازمی ہیں، پھر ان میں سے جو مطالبہ جس حد تک بھی منظور ہو جائے اسے ایک مستقل درجہ کی فتح سمجھا جائے کام کو پوری طرح ہاتھ میں لینے میں اور مہم کو سر کرنے کی حقدار انجمن ترقی اردو سے بڑھ کر اور کون ہو سکتی ہے۔

(صدق جدید)

مدراس اور اردو

اے۔جے اردو سیمنار ایک ایسا اردو ادارہ ہے جو مدراس میں اردو کی نشرواشاعت اور بقا و تحفظ کے کام کو آگے بڑھانے میں پچھلے کئی سال سے غیر معمولی اہم کام انجام دے رہا ہے۔ اس ادارے کا کردار دوہرا ہے وہ بیک وقت عام اردو بولنے والوں کے لئے بھی کام کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اردو میں لکھنے والوں کا بھی مرکز ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی طرح اردو کی خدمت کرتا رہے گا اور بہت جلد جنوبی ہند میں اپنے لئے ایک اونچا مقام پیدا کرے گا۔

مدراس اور آندھرا کے اردو بولنے والوں کی خوش قسمتی ہے کہ انھیں افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق جیسی شخصیت کی معیت حاصل ہے۔ وہ بجائے خود ایک ادارہ ہیں اور ان کی شخصیت آندھرا اور تامل ناڈ کے اردو بولنے والوں کی تہذیبی تعلیمی اور اجتماعی زندگی پر چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اے۔جے اردو سیمنار بھی انھیں کی رہنمائی میں کام کر رہا ہے۔ جنوری کے پہلے ہفتے میں سیمنار کی طرف سے ایک بڑا مشاعرہ منعقد کیا گیا تھا جس میں ہندستان کے مختلف علاقوں سے شعرا کو مدعو کیا گیا تھا۔

(ماہنامہ صبا)

قومی زبان

ادارہ ادبیات اردو کی ایک دلچسپ محفل میں آنریبل جے وی نرسنگ راؤ صاحب نے ایک تبصرہ فرمایا تھا جس کا ایک ٹکڑا "سب رس" کے شکریے کے ساتھ دیا جاتا ہے۔

"اردو کے تعلق کے نسبت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اردو کو قومی زبان سمجھتے ہیں اردو رسم خط یا دیوناگری رسم خط سے مجھے کوئی بحث نہیں۔ رسم خط پر زبان کی ترقی کا مدار نہیں ہے۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں کہ اردو اور ہندی الگ الگ زبانیں ہیں۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ اردو میں فارسی اور عربی الفاظ بھر دیئے جائیں یا ہندی میں سنسکرت کے الفاظ۔ آنے والے ہندوستان میں ایک ایسی زبان زندہ رہے گی جو عام فہم ہو چاہے اس میں کسی زبان کے الفاظ زیادہ ہوں۔ عام زبان بننے کے لئے پرانے ڈھنگ کے الفاظ ضروری نہیں ہیں۔ ہندوستان کی قومی زبان ایک ایسی زبان ہی بنے گی جو آسان ہو اور جس میں سب زبانوں کا ملاپ ہو۔ میری نظر میں موجودہ ہندی بھی قومی زبان نہیں ہے ابھی تو اسے بنانا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بننے میں اردو سے بہت مدد ملے گی۔

افسوسناک سلوک

کراچی کے ایک اخبار میں حسب ذیل دلچسپ اطلاع شائع ہوئی ہے۔

" حال میں پولیس نے ایک معزز پاکستانی مرزا رضوان حسین منیجر پنجاب پراونشل کو آپریٹیو کارپوریشن لمیٹڈ کا چالان اس بنا پر کیا کہ ان کی موٹر کار پر نمبر اردو ہندسوں میں لکھا ہوا تھا یہ ہماری قومی اور سرکاری زبان کی ہی تذلیل نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور بانیٔ پاکستان اور ہمارے نامور ادیبوں اور شاعروں اور علماء اور ادب کے معماروں کی توہین ہے" اردو زبان کے ساتھ اگر ہندوستان میں اس قسم کا سلوک ہو تو خیر اسے خلاف توقع قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ہمارے ملک میں کھدر کے لباس میں کثرت کے ساتھ ایسے لوگ موجود ہیں جو کانگرس اور کانگرس گورنمنٹوں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی اردو زبان کے دشمن ہیں اور یہاں کی قومی زبان ہندی ہے۔ مگر پاکستان میں جس کی قومی زبان اردو ہے اس زبان کے ساتھ ایسا سلوک تو بلاشبہ انتہائی افسوسناک ہے جس پر پاکستان کی مرکزی گورنمنٹ کو توجہ دینی چاہئے۔ (ریاست دہلی)

ہماری صحافت

انجمن کی لائبریری میں "ہماری زبان" اور "اردو ادب" کے تبادلے میں جو اردو اخبارات اور رسائل آتے ہیں ان کی فہرست یہاں درج کی جاتی ہے۔ یہ روزانہ ہفتہ وار۔ ماہانہ اور سہ ماہی ہیں۔ اخبار اور رسالے کا نام اور مقام اشاعت کے ساتھ اڈیٹر کا نام بھی درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد "ہماری صحافت" میں اخباروں اور رسالوں کے مضامین کی معنوی اور صوری حیثیت کے بارے میں معلومات پیش کی جائیں گی، اور اس طرح ہر ہفتے کچھ نہ کچھ نئی معلومات ارباب ذوق کے سامنے آتی رہیں گی۔ اردو زبان کی ہمہ گیری بھی اس طرح واضح ہوتی رہے گی۔

روزآنہ اخبارات

۱۔	الجمعیتہ	دہلی	اڈیٹر	محمد عثمان فارقلیط
۲۔	تیج	"	"	جمنا داس اختر
۳	نئی دنیا	"	"	احمد مصطفےٰ صدیقی راہی
۴۔	پیام وطن	"	"	شاہد باقی نکہت۔ عبدالباقی
۵۔	ناظم	رامپور	"	خان کمال
۶۔	قومی آواز	لکھنؤ	"	حیات اللہ انصاری
۷۔	سیاست	حیدرآباد دکن	"	عابد علی خان
۸۔	سیاست نو	کانپور	"	پروانہ ردولوی
۹۔	خلافت	بمبئی	"	سید نورالحسن
۱۰۔	ہندوستان	"	"	سید رضا سعید
۱۱۔	آزاد ہند	کلکتہ	"	احمد سعید ملیح آبادی
۱۲۔	روزآنہ ہند	"	"	ایس قمرالدین
۱۳۔	مسلمان	مدراس	"	ایس، ایم، فاضل
۱۴۔	ندیم	بھوپال	"	محمود الحسینی
۱۵۔	افکار	"	"	اے۔ آر۔ رشدی

ہفت روزہ اخبارات

۱۶۔	مدینہ	بجنور	اڈیٹر	سید اختر ایم۔ اے (علیگ)
۱۷۔	صداقت	پٹنہ	"	محمد اسماعیل ناسخ
۱۸۔	ستارہ	"	"	عبدالباری ساقی
۱۹۔	صداقت	کانپور	"	خواجہ عبدالسلام
۲۰۔	ہماری آواز	"	"	احمد حسین باردی
۲۱۔	استقلال	رنگون	"	محمد یوسف یوسفی
۲۲۔	سرفراز	لکھنؤ	"	سید مصطفےٰ احسن رضوی
۲۳	صدق جدید	"	"	عبدالماجد دریا بادی

(باقی آئندہ)

لندن کا اردو پندرہ روزہ النحلہ

استدراک

عابد رضا بیدار

مشہور مستشرق براؤن نے اپنی کتاب "انقلاب ایران" میں ملکم خاں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے (ص ۳۹-۴۰) کہ ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ جب ملکم خاں سے ملاقات ہوئی تو گفتگو کا موضوع زیادہ تر ملکم خاں کی عربی فارسی، ترکی چھاپے کی ایک نئی اسکیم تھی جس کے مطابق وہ حرفوں کو توڑ کر ایک نئے چھاپے کی پلان تیار رہے تھے۔ اس تجربہ کے لئے ان کی نگرانی میں حروف کاٹے گئے تھے اور ایک چھوٹا سا پرنٹنگ پریس کام بھی کرنے لگ گیا تھا جس میں سعدی کی گلستاں اور کچھ ابتدائی کتابیں چھاپی گئیں۔ اور کبھی کبھی یہ ٹائپ صابونجی کے عربی اخبار "النحلہ" کے کسی مقالہ کے لئے بھی کام میں آجاتا تھا۔

اتنا لکھنے کے بعد براؤن نے اس اخبار کے بارے میں یہ نوٹ دیا ہے:

"اس اخبار کی ایک کاپی جو ۱۸۸۸ء میں چھپی میرے پاس ہے اور اس پر سترھواں نمبر پڑا ہے۔ اس لئے غالباً یہ ۱۸۸۰ء کے قریب نکلنا شروع ہوا ہوگا"

یہ قیاس صحیح نہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے (ہماری زبان۔ یکم دسمبر ۱۹۷۵ء) النحلہ ۱۸۷۷ء کے مارچ سے نکلنا شروع ہوا اور اس کا پہلا نمبر مسلم یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ہاں براؤن کے اس نوٹ سے یہ ضرور معلوم ہوجاتا ہے کہ ماہنامہ کی صورت میں "النحلہ" کم از کم ۱۸۸۸ء تک ضرور شائع ہوتا رہا۔

"النحلہ" کے ایڈیٹر صابونجی (وہی) ہیں جن کا ذکر بلنٹ نے کیا ہے اور جنھوں نے مصر کی ۱۸۸۲ء میں پٹی قومی بغاوت میں ایک اہم رول ادا کیا۔ صابونجی کی بابت بلنٹ نے اپنی کتاب "مصر پر برطانوی قبضہ کی اندرونی تاریخ" میں تفصیل سے تعارف کرایا ہے (ص ۸۶-۸۸) اور اس سلسلے میں لکھا ہے (ص ۸۶) کہ صابونجی لندن سے ۱۸۸۰ء میں ایک عربی اخبار "النحلہ" نکال رہے تھے۔ یہ غالباً چھاپے کی غلطی ہے جس نے النحلہ کو النحل بنا دیا۔ خود اخبار کی بابت بلنٹ نے لکھا ہے کہ یہ مہینہ میں ایک بار چھپتا تھا اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی اصلاح کے بارے میں لکھا جاتا تھا، اور یہ کہ یہ ایک راز سربستہ تھا کہ اخبار کے خرچ کے لئے پیسوں کی آمد کی کیا صورت تھی۔ صابونجی کا کہنا تھا کہ سلطان زنجبار اخبار کے سرپرست ہیں لیکن بلنٹ کا قیاس تھا کہ مصر کے سابق خدیو اسمٰعیل پاشا کا اس میں ہاتھ تھا جو سلطان عبدالحمید کے خلاف تھا اور النحلہ بھی سلطان کا مخالف تھا۔

صابونجی کے سلسلے میں ایک بات اور۔ ڈاکٹر عبداللطیف حمزہ کی کتاب "الصحافۃ الادب بمصر" میں بعض لبنانی اخبارات کا بھی ذکر ہے (ص ۳۶) اس ذیل میں صابونجی کے ایک عربی اخبار "النحلہ" کا ذکر بھی کیا ہے جو وہ ۱۸۸۰ء تک بیروت سے نکالتے تھے۔ اس بات کی ہمارے اصل مضمون کے سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ محض صابونجی کی وجہ سے حوالہ دیا گیا ہے۔

بقیہ رفتار

ابن انشا کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ابن انشا کو یوں بھی چین کی تاریخ و تہذیب سے شغف رہا ہے اسی لئے ترجمہ کرتے وقت اس کا طرز فکر اور لب و لہجہ چینیوں جیسا ہو گیا ہے۔ یہ نظمیں ترجمہ کے بجائے طبعزاد معلوم ہوتی ہیں۔ ایک زمانے میں مخدوم محی الدین نے انگلستانی شاعر جیول چابر کی نظم "انسان کی آواز" کا ترجمہ کیا تھا۔ اس نظم کو پڑھنے کے بعد بھی ترجمے کا احساس نہیں ہوتا۔ حال ہی میں پاکستان میں ایک کتاب "خیابان پاک" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ وہاں کے اردو شعراء نے پاکستان کی علاقائی زبانوں کے منتخب ذخیرے کو اردو میں کامیابی کے ساتھ منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہندوستان کے اردو شعراء کو بھی اپنے ملک کی دوسری زبانوں کو کھنگالنا چاہئے اور سنسکرت ادب کے شہ پاروں سے لے کر تمام علاقائی بولیوں کے بلند پایہ شعری ادب کو اردو میں منتقل کرنا چاہئے۔ اس صورت میں ہمارا اردو ادب اپنے ملک کی روایات سے اور قریب آئے گا۔ اب تک ہم نے دوسرے ممالک کے ادبی کارناموں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن خود اپنے خزانوں سے غافل رہے ہیں۔ اردو شاعری میں اپنے دیس کی مٹی کا رنگ ابھی اور گہرا ہونے کی ضرورت ہے اور اچھے ترجموں سے اس میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

کتابیں ملیں

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں۔

خاصان خدا کی نماز۔ مصنف۔ ابو محمد امام الدین رام نگری
ناشر مکتبہ تحفظ ملت۔ رام نگر۔ بنارس
حجم $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ ۴۸ صفحے قیمت بارہ آنے۔ کاغذ اچھا

حیدرآباد کے بڑے لوگ۔ مصنف سید غلام پنجتن شمشاد
ناشر۔ ادارہ ادبیات اردو۔ حیدرآباد۔ دکن۔
حجم $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ ص ۱۵۲۔ کاغذ اچھا قیمت۔ دو روپے

شرح رہنمائے فارسی۔ مصنفین مولانا سید منظور الحسن برکاتی
و مولانا سید قاضی الاسلام۔
ناشر۔ سرسید بک ڈپو علی گڑھ
حجم $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ ص ۷۲۔ کاغذ اچھا۔ قیمت ساڑھے تیرہ آنے

آئینہ عملی قواعد حصہ اول (چارٹ)
" " " دوم
" " " "
مرتبہ۔ مولانا سید منظور الحسن برکاتی
ناشر۔ سرسید بک ڈپو۔ علی گڑھ۔ کاغذ اچھا
قیمت فی چارٹ ۵۔ آنے

پرنٹر پبلشر اطہر پرویز نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا